سَرِی السَّقَطی - حیات اور افکار

ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی

سری سقطیؒ کا شمار ابتدائی عہد کے نمائندہ صوفیہ میں ہوتا ہے۔ انھوں نے معروف کرخیؒ اور حبیب عجمیؒ جیسے متقدمین صوفیہ کی صحبت اختیار کی اور بغداد میں تصوف کی باضابطہ اشاعت کی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ تصوف کی اشاعت و ترویج میں سری سقطی کی کوشش نمایاں ہے۔[1] لیکن سری سقطی کا اصل کارنامہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ کی تربیت ہے۔ تاریخ تصوف میں ان کی اصل اہمیت اسی لیے ہے کہ انھوں نے شیخ جنیدؒ جیسی عظیم المرتبت شخصیت سے دنیائے تصوف کو روشناس کرایا۔ شیخ جنید بغدادیؒ سری سقطیؒ کے بھانجے تھے۔ وہ بچپن ہی سے سری سقطی کی صحبت میں رہے اور ان کی پوری تعلیم و تربیت انہی کی نگرانی میں ہوئی۔ سری سقطی تعلیم و تربیت کے اعتبار سے محدث تھے، لیکن شیخ جنید بغدادیؒ کی ولادت سے بہت پہلے انھوں نے تصوف کی راہ اختیار کر لی تھی اور اسی راہ پر انھوں نے اپنے بھانجے کو لگایا، جو آسمان تصوف کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

مختصر حالاتِ زندگی

سری سقطیؒ کا پورا نام سری بن مغلّس السقطیؒ ہے۔ سقطی کباڑے کا سامان بیچنے والے کو کہتے ہیں۔ سری بھی پہلے یہی کام کرتے تھے، اس لیے السقطی کے نام سے معروف ہوئے۔[2]

سریؒ کی وفات ۲۵۳ھ/ ۸۶۷ء میں ۹۸ سال کی عمر میں ہوئی، جیسا کہ شیخ جنید بغدادیؒ نے صراحت کی ہے[3] اس طرح ان کی ولادت ۱۵۵ھ/۷۷۲ء میں قرار دی جاسکتی ہے۔ جائے پیدائش کی صراحت تو کہیں نہیں ملی ، لیکن یہ وہ عہد ہے جب بغداد کی

تعمیر ہورہی تھی، اس لیے قرین قیاس ہے کہ یا تو وہ بغداد ہی میں پیدا ہوئے ہوں گے یا اوائل عمر میں ہی بغداد میں سکونت اختیار کرلی ہوگی۔ سری سقطیؒ بغداد میں دکان کیا کرتے تھے، ان کی دکان بازار کے وسط میں تھی۔ ایک دفعہ اس جگہ جہاں ان کی دکان تھی، آگ لگ گئی۔ کسی نے خبر دی تو انھوں نے افسوس کا اظہار کیا۔ پھر خبر ملی کہ ان کی دکان محفوظ ہے تو کہا 'الحمدللہ'۔ معاً خیال آیا کہ اس وقت میرے مسلمان بھائی مصیبت میں ہیں اور میں اپنی راحت پر الحمدللہ کہہ رہا ہوں تو نادم ہوئے۔ ابوبکر حربی نے روایت کیا ہے کہ سری فرمایا کرتے تھے کہ میں تیس سال سے اسی بات پر استغفار کررہا ہوں۔[۴] یہ واقعہ جزوی اختلاف کے ساتھ متعدد کتابوں میں منقول ہے۔

سری سقطی کی دنیا سے بے رغبتی اور زہد و ورع کی زندگی کا آغاز ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ خطیب بغدادی اور ذھبی نے لکھا ہے کہ سری سقطیؒ نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ اس کا مٹکا ٹوٹ گیا، انھوں نے اپنی دکان میں سے ایک برتن اس لڑکی کو دے دیا۔ یہ واقعہ معروف کرخیؒ دیکھ رہے تھے، انھوں نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دل میں دنیا سے نفرت پیدا کردے۔[۵] ابونعیم اصفہانی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ سری سقطی عید کی نماز پڑھ کر واپس ہوئے تو ان کی دکان پر معروف کرخی ایک بچے کو لے کر آئے جس کے بال الجھے تھے، سری نے پوچھا: یہ کون ہے؟ معروفؒ نے بتایا: ایک جگہ بچے کھیل رہے تھے، لیکن یہ بچہ ایک طرف کھڑا ہوا تھا، میں نے پوچھا: تم کیوں نہیں کھیل رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں یتیم ہوں، میں نے کہا: کیا چاہیے؟ اس نے کپڑے مانگے، یہ کہہ کر معروف کرخیؒ نے وہ بچہ سری سقطی کے حوالہ کردیا کہ تم اس کی مدد کرو، اللہ تمھیں دولت دنیا سے بے نیاز کردے۔[۶] یہ واقعہ جزوی اختلاف کے ساتھ الرسالہ القشیر یہ میں بھی مذکور ہے[۷] ممکن ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہوں، یا ایسے اور بھی واقعات پیش آئے ہوں، چنانچہ کشف المحجوب میں اس سے ملتا جلتا واقعہ موجود ہے، لیکن اس کی نسبت معروف کرخی کی جگہ حبیب عجمی کی طرف کی گئی ہے۔[۸]

معروف کرخیؒ اور حبیب عجمیؒ کی صحبت سے سری سقطی میں بتدریج دنیا سے بیزاری

اور زہد کا رجحان بڑھتا گیا۔ آخر کار دکان چھوڑ دی اور ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہنے لگے۔ خود کو گھر تک محدود کرلیا، زیادہ وقت عبادت میں بسر کرتے اور جماعت کی نماز اور جمعہ کے علاوہ بہت کم گھر سے نکلتے تھے۔ یہ واقعات شیخ جنید بغدادیؒ کی ولادت سے بہت پہلے کے ہیں، اس لیے کہ ان کے مربی معروف کرخی شیخ جنید کی ولادت سے بہت پہلے ۲۰۰ھ/ ۸۱۶ء میں وفات پا چکے تھے۔

سری سقطیؒ نے جب دکان ترک کردی تو ان کی ایک بہن ان کی کفالت کرنے لگیں۔ امام قشیری نے لکھا ہے: ''جب سری نے تجارت چھوڑی تو ان کی بہن اپنا سوت بیچ کر ان پر خرچ کرتی تھیں''۔ ۹ بعد میں انھوں نے یہ سلسلہ بھی موقوف کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کو معلوم ہوا کہ لوگ ان کی بہن کے کاتے ہوئے سوت میں ملاوٹ ہونے کا عیب لگاتے ہیں، چنانچہ انھوں نے سوچا کہ یہ کمائی مشکوک ہے۔ اس کے بعد ان کی بہن نے دیکھا کہ سری کے گھر میں ایک بڑھیا صفائی بھی کرتی ہے اور روزانہ دو روٹیاں بھی لاتی ہے۔ یہ دیکھ کر ان کو بڑا افسوس ہوا۔ انھوں نے امام احمد بن حنبلؒ سے شکایت کی کہ میرے بھائی میرا کھانا نہیں کھاتے، دوسروں کا کھاتے ہیں۔ امام احمدؒ نے کسی موقعہ پر ان سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے جواب دیا: ''میں نے اس کا (یعنی اپنی بہن کا) کھانا چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو مسخر کر دیا کہ میری خدمت کرے اور میرے اوپر خرچ کرے''۔ ۱۰

سری سقطیؒ نے سلوک و معرفت کی راہ میں بعض اسفار بھی کیے تھے۔ ان کا ایک سفر تو بیس سال کی طویل مدت کو محیط ہے۔ اس سفر میں ان کا پورا وقت ساحلی علاقے میں گزرا۔ ابن الملقن نے لکھا ہے ''ومکث سری عشرین سنة یطوف بالساحل یطلب صادقاً''۔ ۱۱ (سری بیس سال ساحل پر تلاشِ صادق میں سرگرداں رہے)۔ انھوں نے اپنے سفر میں کچھ وقت طرطوس میں بھی بسر کیا۔ جس مکان میں ان کا قیام تھا اس میں ان کے ساتھ اور بھی لوگ رہتے تھے۔ یہ سب بڑے متقی اور اصحاب ورع تھے۔ گھر میں ہی ایک تنور تھا جس میں وہ کھانا تیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ تنور ٹوٹ گیا۔ سری کہتے ہیں کہ میں

نے اپنے پیسے سے ان کے لیے دوسرا تنور بنوادیا، لیکن انھوں نے اس تنور میں اپنا کھانا تیار کرنے سے تورّعاً اعراض کیا۔۱۲ طرطوس کے دورانِ قیام وہ بیمار ہوگئے، ان کو ذرب (اسہال) کی بیماری ہوگئی تھی، ایک روز ان کے بہت سے احباب ان کی عیادت کے لیے آئے اور بہت دیر تک بیٹھے رہے، جس سے وہ تنگ آگئے، ان میں سے کسی نے کہا: حضرت دعا کردیجیے، سری نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی: ''اے اللہ تو ہم کو عیادت کا ادب سکھادے''۔۱۳ آخر میں سری سقطی مستقل بغداد میں رہنے لگے وہاں ان کا بڑا حلقہ تھا، ایک قدیم فارسی کتاب 'ہزار حکایاتِ صوفیاں' (مجہول المؤلف) میں لکھا ہے کہ جب شیخ جنید بغدادی اور ابوالحسین نوری کو الحاد و زندقہ کا الزام لگا کر خلیفہ کے دربار میں پیش کیا گیا تو سری سقطی بھی ان میں شامل تھے۱۴ لیکن اس کتاب کے علاوہ اور کہیں یہ نہیں ملا کہ سری بھی ان آزمائشوں سے گذرے تھے۔

سری سقطی کا انتقال ۹۸ رسال کی عمر میں بغداد میں ہوا۔ سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ ابن الملقن نے تحقیق کرکے ۲۵۳ھ لکھا ہے۔۱۵ ذہبی نے بھی اس کو ترجیح دی ہے،۱۶ قشیری نے ۲۵۷ھ لکھا ہے۔۱۷ طبقات الصوفیہ میں ۲۵۱ھ ہے۔۱۸ تاریخ وفات معلوم نہیں، لیکن انتقال رمضان المبارک میں ہوا۔۱۹ شونیزیہ کے قبرستان میں دفن ہوئے، جہاں ان کی قبر آج بھی زیارت گاہِ خلائق ہے۔ ابوعبید بن حریوے سے روایت ہے کہ انھوں نے سری سقطی کے جنازے میں شرکت کی تھی۔۲۰

سری سقطی کے اخلاف میں ایک بیٹی اور ایک بیٹے کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان کے بیٹے کا شمار بھی بغداد کے مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ سری سطقی کے بیٹے ابواسحاق ابراہیم بڑے زاہد و متقی اور صاحبِ احوال و معاملات تھے، ان کے احوال ان کے والد سری کے مماثل تھے۔۲۱ ان کی بیٹی کا تذکرہ ایک خاص واقعہ کے ضمن میں آیا ہے۔ الرسالہ القشیریہ میں ہے کہ شیخ جنید فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں سری سطقی کے یہاں گیا تو دیکھا وہ رو رہے ہیں۔ سبب دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ آج بیٹی نے یہاں پانی کا کوزہ لٹکایا تھا اور مجھ سے کہا تھا کہ ابا، جب پانی ٹھنڈا ہوجائے تو پی لینا، اس

اثناء میں میری آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک نہایت خوبصورت باندی اتری، میں نے پوچھا: تو کس کی باندی ہے؟ اس نے جواب دیا: اس کی جو کوزہ کا ٹھنڈا پانی نہ پیے۔ یہ کہہ کر وہ کوزہ توڑ دیا۔ شیخ جنید فرماتے ہیں کہ کوزے کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے وہاں پڑے تھے۔۲۲ بعض تذکروں میں ہے کہ خواب سے بیدار ہو کر خود سری سقطی نے ہی وہ کوزہ توڑا تھا۔۲۳ دیگر متعلقین میں بہنوں کا ذکر ملتا ہے جن میں ایک حضرت جنید بغدادیؒ کی والدہ تھیں۔

سری سقطی کا رنگ سانولا تھا،۲۴ لباس عموماً قمیص شلوار پہنتے اور چادر ڈال لیتے تھے۔ ان کا لباس صاف ستھرا ہوتا تھا۲۵ صوفیہ کے یہاں جو خرقہ پوشی کا رواج ہے وہ اس عہد میں یا تو بالکل نہیں تھا یا برائے نام تھا، چنانچہ نہ سری سقطی نے کبھی خرقہ پہنا اور نہ ان کے شاگرد حضرت جنید بغدادی نے۔

آثار

سری سقطی کی کوئی تصنیف یا تحریر دستیاب نہیں ہے اور کسی کتاب میں ان سے منسوب کسی کتاب کا تذکرہ بھی نہیں ہے، احباب سے ان کی خط و کتابت رہتی تھی، لیکن اتفاق یہ ہے کہ ان کے خطوط زیادہ معروف نہیں ہوئے۔ ابوبکر الکلاباذی نے جہاں صوفیہ کے خطوط و رسائل کا تذکرہ کیا ہے وہاں سری سقطی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ حسنِ اتفاق سے اللُّمَع فی التصوف میں ان کا ایک خط مذکور ہے، جو یہ ہے:

''بھائی! میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس خدا کے عذاب سے ڈرو جو اپنے اطاعت گذار بندوں کو سعادت مند بناتا ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے خدا اس سے اس کی نافرمانی کا انتقام لیتا ہے، لہٰذا تمہاری اطاعت گذاری اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو جانے کا سبب نہ بنے اور نہ تمہاری نافرمانی اس بات کا باعث بنے کہ تم اس کی رحمت ہی سے مایوس ہو جاؤ، خدا ہمیں بھی اور تمھیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں بغیر اس کے کہ اس سے مایوس ہوں اور اسی سے امید لگاتے ہیں بغیر اس کے کہ دھوکہ میں مبتلا رہیں''۔۲۶

اس خط کے علاوہ ان کی کوئی اور تحریر دستیاب نہیں ہے، البتہ ان کے ملفوظات اور روایات ملتے ہیں۔ ان ملفوظات و روایات اور اس خط کی روشنی میں ان کے افکار اور ان کا نظریۂ تصوف کسی حد تک سمجھا جا سکتا ہے۔

تصوف میں مقام ومرتبہ

سری سقطی اپنے عہد کے زبردست صوفی اور بلند پایہ عابد و زاہد تھے۔ ان کے معاصرین اور بعد کے تذکرہ نگاروں نے ان کا ذکر تعریف و تحسین کے الفاظ میں کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل کے ان سے روابط تھے اور اندازہ ہوتا ہے کہ قریبی روابط ہوں گے، اس لیے کہ جیسا کہ ذکر آ چکا ہے، سری کی بہن نے ان کی شکایت امام احمد سے کی تھی۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ جب سری سقطی سرحدی علاقے سے واپس بغداد آئے تو ابو علی حسن البزاز نے امام احمد سے ان کے بارے میں سوال کیا۔ امام احمد نے پوچھا: وہی شیخ جو غذا کی پاکی کے لیے مشہور ہیں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ امام احمد نے فرمایا: وہ یہاں سے جانے سے قبل بھی اسی انداز سے رہتے تھے"۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو نعیم نے لکھا ہے کہ پاکیٔ غذا، صفائی قلب اور شدتِ ورع کے لیے وہ مشہور تھے۔ [۲۷]

حسن بزاز سری کے بڑے عقیدت مند تھے۔ انھوں نے ایک مرتبہ فرمایا کہ احمد بن حنبلؒ اور بشر بن حارثؒ جب تک زندہ رہے ہم دعا کرتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے ہماری حفاظت فرمائے، پھر ان دونوں کا انتقال ہو گیا تو ہم دعا کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ سری سقطیؒ کے ذریعہ ہماری حفاظت فرمائے" (ان یحفظنا الله بالسری) [۲۸]۔

تاریخ تصوف کی کتابوں اور تذکروں میں ان کا نام بڑی اہمیت کے ساتھ مذکور ہے۔ ابو عبدالرحمٰن السلمی نے طبقات الصوفیہ میں ان کو اپنے عہد کا شیخ اور بغدادیوں کا امام لکھا ہے [۲۹] ذہبی نے انھیں اپنے وقت کے زاہدوں میں شمار کیا ہے۔ قشیری نے ان کو ورع، احوال اور علوم توحید میں یکتا لکھا ہے۔ [۳۰]

اساتذہ

سری سقطی کو حدیث سے خاص لگاؤ تھا ایک مرتبہ فرمایا کہ "جو صوفی حدیث نہ

پڑھے وہ ناقص ہے''۔ ۳۱ ان کا ذوقِ حدیث دراصل ان کے اساتذہ کی تربیت کا نتیجہ تھا، جن میں کئی ایک مشہور محدث تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: فضیل بن عیاض'' (۱۸۷ھ/۸۰۲ء) ہشیم بن بشر العجلیؒ (۱۸۳ھ/ ۷۹۸ء) محمد بن معن غفاریؒ، ابوبکر بن عیاش، علی بن غرابؒ، یزید بن ہارونؒ ۳۲ سفیان بن عیینہؒ، مروان بن معاویہؒ، محمد بن فضیل بن خزانؒ، عبداللہ بن میمونؒ ۳۳۔ ان کے علاوہ دو استاد تصوف میں ہیں: معروف کرخیؒ (۲۰۰ھ/ ۸۱۶ء) اور حبیب عجمیؒ۔ عبداللہ بن مطرفؒ کا شمار بھی ان کے اساتذۂ تصوف میں ہوتا ہے۔

تلامذہ اور مریدین:

سری سقطی کے فیض یافتگان کی تعداد کافی ہے، اگرچہ وہ باضابطہ نہ استاد رہے ہیں اور نہ ان کا کوئی حلقۂ درس تھا۔ اس کے باوجود ان کی صحبت میں رہنے والوں کی ایک بڑی تعداد نے ان سے باضابطہ تلمّذ اختیار کیا۔ ان کے تلامذہ میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ بڑی غیر معمولی اور عظیم المرتبت شخصیت کے مالک ہیں، ان کے علاوہ حسب ذیل تلامذہ کے نام تصوف کی کتابوں میں ملتے ہیں:

ابوالحسن علی بن عبدالحمید بن عبداللہ بن سلیمان الفضائرؒ (متوفی ۳۱۳ھ/ ۹۲۶ء) اسماعیل بن عبداللہ الشامیؒ، ابو حامدؒ، قاسم بن عبداللہ البز ازؒ، ابراہیم بن سری السقطیؒ، محمد بن اسحاق الاسلمیؒ، علی بن حسین بن حرب القاضیؒ، عبدالقدوس بن قاسمؒ، عبداللہ بن میمونؒ (سری سقطی نے ان سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے)، محمد یا فضل بن جابر السقطیؒ، سعید ابن عثمانؒ، ابوعثمان الخیاطؒ، ابوبکر النساجؒ، احمد بن خلف، ابوعبداللہ المقریؒ، ابوعبداللہ محمد ابن عبید حسن بن علی بن شہریارؒ ۳۴ ابوالعباس احمد بن محمد مسروق الطّوسیؒ (م ۲۹۹ھ) ابوالحسین نوری (م ۲۹۵ھ/ ۹۰۸ء) ابراہیم بن عبداللہ المغربیؒ، عبداللہ بن شاکر، ابوبکر الحربیؒ، العباس بن یوسف الشکلیؒ (م ۳۱۴ھ/ ۹۲۶ء) ۳۵ حسن بن علی ابوعلی المسوحیؒ، (م ۳۱۳ھ/ ۹۱۳ء)، سعید بن عبدالعزیزؒ، ابوعثمان الحلبی نزیل دمشق (م ۳۱۲ھ/

۹۱۲ء)، ابوالحسین احمد بن محمد المعروف بابن البغویؒ ۳۶ سمنون المحب، ابوسعید الحزاز، محمد اور احمد ابنا ابی الوردؒ، ابوحمزہ البغدادیؒ (م ۲۸۳ھ/ ۸۹۶ء) خیر النساجؒ (متوفی ۳۲۲ھ/ ۹۳۴ء) ابوحمزہ محمد بن ابراہیم البغدادیؒ ۳۷۔

سری سقطیؒ اور شیخ جنید بغدادیؒ

سری سقطی شیخ جنید بغدادی کے ماموں اور مربّی تھے۔ بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ شیخ جنید مکتب سے آئے تو اپنے والد کو روتا ہوا دیکھا، پوچھا: کیا بات ہے؟ والد نے جواب دیا کہ آج میں سری سقطی کے پاس کچھ زکوٰۃ کا مال لے کر گیا تھا، لیکن انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس لیے رو رہا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی دس پانچ درہم کے پھیر میں ختم کر دی اور یہ بھی خدا کے ولیوں کے یہاں مقبول نہیں۔ شیخ جنید نے کہا کہ مجھے دیجیے، میں دے آتا ہوں۔ شیخ جنید سری سقطی کے گھر گئے، اجازت طلب کی، پوچھا: کون؟ شیخ جنید نے جواب دیا: میں جنید ہوں، آپ زکوٰۃ کی یہ رقم قبول کر لیجیے، سری نے انکار کیا تو شیخ جنید نے فرمایا: جس خدا نے آپ کو یہ فضیلت بخشی اور میرے باپ کے ساتھ یہ عدل کیا اس کے لیے قبول کر لیجیے۔ سری نے دریافت کیا: اے جنید، خدا نے مجھے کیا فضیلت دی اور تیرے باپ کے ساتھ کیا عدل کیا؟ شیخ نے جواب دیا: اس نے آپ کو درویشی بخشی، یہ آپ کی فضیلت ہے اور میرے والد کو دنیا میں مشغول کیا، اگر آپ چاہیں تو اس کو قبول کریں، چاہیں تو رد کر دیں۔ لیکن میرے باپ کی ذمہ داری ہے کہ اس رقم کو مستحق تک پہنچائے۔ سری سقطی کو یہ جواب پسند آیا اور انھوں نے کہا: ''میں نے اس کو بھی قبول کیا اور تجھ کو بھی''۔ ۳۸

اس کے بعد شیخ جنید مستقل سری کی صحبت میں رہنے لگے۔ انھوں نے ان کی پوری تعلیم و تربیت کی نگرانی کی۔ شیخ جنید درس حدیث سے فارغ ہونے کے بعد حارث محاسبی کی مجلس میں جانے لگے، سری نے ان کو تنبیہ کی کہ حارث محاسبی سے علم و ادب سیکھنا اور ان کی کلامی موشگافیوں سے دور رہنا اور دعا دی کہ ''اللہ تعالیٰ تجھے صاحب حدیث

صوفی بنائے، نہ کہ صوفی صاحب حدیث‘‘۔[۳۹]
شیخ جنید نے بیان کیا ہے کہ سری سقطی جب مجھے کوئی علمی فائدہ پہنچانا چاہتے تو سوال کا انداز اختیار کرتے۔ ایک دفعہ پوچھا: شکر کے کیا معنی ہیں؟ میں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے کسی بھی نعمت میں اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔[۴۰]
سری سقطی اور شیخ جنید بغدادی کے تعلق سے اور بھی واقعات تصوف کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ سری سقطی کے مرض الموت میں شیخ جنید نے ان کی خدمت میں زیادہ حاضری شروع کر دی تھی۔ ایک دن گئے تو دیکھا کہ وہ ہوش میں نہیں ہیں، ان کا سر اپنی گود میں رکھا اور رونے لگے۔ آنسو سری کے رخساروں پر گرے تو ان کو ہوش آیا۔[۴۱]

افکار

سری سقطی کا شمار کبارِ صوفیہ میں ہوتا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ بغداد میں تصوف کی داغ بیل انھوں نے ڈالی تھی۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے لکھا ہے ’’بغداد میں سب سے پہلے انھوں نے توحید اور حقائق پر گفتگو کی‘‘۔[۴۲]
سری سقطی کی تحریریں اور تفصیلی کلام نہ ہونے کی وجہ سے ان کے افکار سے مکمل واقفیت مشکل ہے، لیکن ان کے شاگرد شیخ جنید سے ان کی جو روایات منقول ہیں اور ان کے دیگر شاگردوں سے جو روایات ملتی ہیں وہ یقیناً ان کی فکر کا خلاصہ ہیں۔ ذیل میں ان کے ملفوظات کی روشنی میں ان کے تصوف کو سمجھنے اور ان کے افکار سے آگہی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

تصوف

سری سقطی کے لیے تصوف کوئی علمی مسئلہ نہیں تھا۔ انھوں نے باضابطہ تصوف کی تعلیم حاصل کی تھی نہ معروف معنوں میں ارادت وسلوک کی راہ اختیار کی تھی۔ ان کے لیے تو یہ راہ بس ایک اتفاقی اور حادثاتی واقعہ تھا، جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی زندگی زہد و عبادت میں لگا دی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں لفظ

تصوف یا صوفی کا کوئی قابلِ ذکر استعمال نہیں ہے۔ وہ بالعموم عبادت، عمل، اخلاص، نیت، للّٰہیت اور خوف و رجا کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ ان کے ملفوظات میں صوفی کا واحد استعمال الرسالۃ القشیریۃ کے حوالے سے ہوا ہے۔ انھوں نے ایک مرتبہ صوفی کی خصوصیات بتاتے ہوئے فرمایا:
''تصوف تین چیزوں کا نام ہے اور صوفی وہ ہے جس میں یہ تینوں چیزیں پائی جائیں: ۱- صوفی کا نورِ معرفت اس کی پرہیز گاری کے نور کو نہ بجھا دے۔ ۲- صوفی اپنے باطن میں بھی کوئی ایسی بات نہ کہے جو نصِ قرآنی کے خلاف ہو۔ ۳- کرامات دکھانے کی خاطر کوئی حرام کام نہ کرے۔ ۴۳

وہ لفظ 'تصوف' کی جگہ لفظ ورع کا استعمال زیادہ پسند کرتے ہیں۔ مثلاً حذیفہ مرعشی، ابراہیم بن ادھم، یوسف بن اسباط اور سلیمان الخواص کے بارے میں فرمایا کہ ''یہ چاروں اہل ورع میں سے تھے''۔ ۴۴

آدابِ مرید

انھوں نے مرید کے دس آداب بتائے ہیں: ۱- نفل نمازوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب، ۲- امت کے ساتھ خیر خواہی کے ذریعے تزین، ۳- کلام اللہ کے ذریعہ انس، ۴- اللہ تعالیٰ کے احکام پر ثابت قدمی، ۵- اس کے احکام کی فرماں برداری، ۶- اس کی نظر سے حیا، ۷- اس کے پسندیدہ کاموں کو انجام دینے کی کوشش، ۸- کم پر راضی ہونا، ۹- گم نامی پر قناعت (راوی سے کوئی ایک بات چھوٹ گئی)۔ ۴۵

ان کے نزدیک یہ سلوک کی ابتداء ہے۔ اس کی انتہاء کے بارے میں وہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص کسی باغ میں داخل ہو، اس میں ہر قسم کے درخت ہوں، ان درختوں پر ہر قسم کے پرندے ہوں اور ہر پرندہ اس آدمی کی زبان میں اس سے گفتگو کرے اور کہے ''السلام علیک یا ولی اللہ'' تو اگر سالک نے اس کو منزل سمجھ لیا تو ابھی وہ انہی کے ہاتھوں میں قید ہے۔ ۴۶ اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک پر کسی طرح کے مغیبات و اسرار منکشف ہوں، تب بھی وہ سلوک کی روش پر گامزن رہے اور ان کی طرف توجہ نہ کرے تب ہی وہ حقیقی معنوں میں سالک ہوگا۔

ذوقِ عبادت

ان کی زندگی میں عبادت و ریاضت کا پہلو غالب تھا۔ شیخ جنید بغدادی نے فرمایا کہ ”میں نے ان سے زیادہ عبادت گذار کسی کو نہیں دیکھا“۔ ۴۷؎ شیخ جنید نے ان کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ جب رات چھا جاتی تو وہ عبادت میں لگ جاتے۔ پہلے حصہ میں نیند کو دفع کرتے، پھر دفع کرتے رہتے یہاں تک کہ جب ان پر نیند کا غلبہ نا قابل برداشت ہو جاتا تو رونا شروع کر دیتے۔ ۴۸؎

ان کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ رات میں اپنے اوراد و وظائف کی انجام دہی میں مصروف رہتے، اس پر بھی ان کو احساس رہتا تھا کہ میں ابھی کما حقہ عبادت نہیں کر پا رہا ہوں۔ آخرِ عمر میں بھی ان کے معمولات میں فرق نہیں آیا، بلکہ ان کا یہ احساس مزید بڑھ گیا تھا کہ میں حقیقی معنوں میں عبادت نہیں کر پا رہا ہوں، اس لیے نوجوانوں کو کثرت سے عبادت کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ شیخ جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ سری نوجوانوں کو نصیحت کرتے تھے کہ ”اے نوجوانو، عمل کرو، اس لیے کہ عمل جوانی میں ہی ہو سکتا ہے، مجھ سے عبرت حاصل کرو“۔ حالانکہ اس وقت بھی سری نوجوانوں سے زیادہ عبادت کرتے تھے۔ ۴۹؎ وہ رات میں عبادات کا بڑا اہتمام کرتے تھے، فرماتے تھے کہ فوائد رات کی تاریکی میں نازل ہوتے ہیں۔ ۵۰؎

عبادات میں ان کی ترجیح فرائض و نوافل میں انہماک سے عبارت تھی۔ سماجی زندگی سے وابستہ فرائض اور زندگی کی دیگر ضروریات میں اطاعت بھی عبادت ہے، لیکن دین کے اس وسیع تصور کی روشنی میں سری سقطی کی زندگی کو دیکھا جائے تو وہ ایک طرفہ نظر آئے گی، لیکن ہر زمانے کی اپنی ترجیحات اور اپنے امتیازات ہوتے ہیں جن سے کوئی شخص آزاد نہیں ہو پاتا۔ علاوہ ازیں ان کی زندگی کی زیادہ تفصیلات بھی دستیاب نہیں ہیں۔ ان کے جو ملفوظات دستیاب ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے یہاں تعبّدی امور کے علاوہ سماجی واجبات، رزقِ حلال، محرمات سے اجتناب کا گہرا شعور و ادراک

بہر حال تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ تین چیزیں ابرار کی صفات ہیں: ۱- فرائض کی انجام دہی، ۲- محارم سے اجتناب، ۳- غفلت سے احتراز۔ ۵۱

خشیتِ الٰہی

ان پر ہمیشہ خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ موت کا خوف اور آخرت کی جواب دہی، اپنے اعمال پر گرفت کا ڈر ان کے لیے ہمیشہ مہمیز کا کام کرتا تھا۔ وہ لوگوں کو اس کی تلقین بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے فرمایا: آدمی کو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ ۵۲ ان کو یہ احساس رہتا تھا کہ میں بہت گناہ گار ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے گناہوں کی پاداش میں مجھے دنیا میں ہی کوئی سزا نہ ہو جائے۔ دن میں کئی کئی دفعہ اپنی ناک کو دیکھتے کہ کہیں گناہوں کی وجہ سے سیاہ تو نہیں ہو گئی ہے۔ ۵۳ آخر عمر میں فرماتے تھے: میں چاہتا ہوں کہ میری موت بغداد میں نہ ہو۔ لوگوں نے پوچھا: کیوں؟ جواب دیا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری قبر مجھے قبول نہ کرے، اس طرح میری دنیا میں بھی رسوائی ہوگی۔ ۵۴

خوف و خشیت کا تعلق قلبی کیفیات سے ہے۔ کسی چیز سے ایک شخص خوف محسوس کرتا ہے دوسرا نہیں۔ ایک کو فکر ہوتی ہے دوسرا فکر سے بے نیاز ہوتا ہے۔ سری سقطی نے قلب کی ان کیفیات کی روشنی میں اس کی تین قسمیں قرار دی ہیں: ۱- ایک تو پہاڑ کی مانند ہوتا ہے جو اپنی جگہ قائم رہتا ہے ۲- دوسرا کھجور کے درخت کی مانند ہوتا ہے، اس کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں، لیکن ہوا کی گردش کا اس پر اثر ہوتا ہے۔ ۳- تیسرا ریشہ کی طرح ہوتا ہے، ہوائیں اس کو اڑاتی پھرتی ہیں۔ ۵۵

اکلِ حلال

ان کو اکل حلال کا بہت احساس رہتا تھا۔ وہ دوسروں کو اس کی تلقین کیا کرتے تھے اور خود بھی سختی سے اس پر کاربند تھے۔ یہ واقعہ گذر چکا ہے کہ اپنی بہن کے کاتے ہوئے سوت میں شک کی خبر ملی تو ان کی کفالت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ۵۶ ابونعیم

اصفہانی نے لکھا ہے: وہ رزق طیب کے سلسلے میں بہت مشہور تھے، حتی کہ امام احمد ان کو اسی امتیازی صفت سے پہچانتے تھے۔۵۷؎ ایک مرتبہ سری سقطی کو کھانسی ہوگئی، حسین بن حرب سے دوا منگوائی، وہ اتفاق سے ان کا عقیدت مند تھا۔ اس نے اپنے بیٹے علی کے ہاتھوں دوا بھیجی، انھوں نے پوچھا: اس کی قیمت کیا ہے؟ علی نے جواب دیا: ابو نے قیمت لینے سے منع کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ اپنے والد کو میرا اسلام پہنچانا اور کہنا کہ ہم ایسے لوگوں کو جانتے ہیں جنھوں نے پچاس سال اپنی دینی زندگی کی بنیاد پر کوئی چیز (مفت) نہیں کھائی اور تم ہو کہ آج ہی ہم کو ہمارے دین کے عوض کھلانا چاہتے ہو۔۵۸؎

طلب رزق کے سلسلے میں فرماتے تھے کہ بہترین رزق وہ ہے جس میں پانچ خصوصیات پائی جائیں۔ ۱- گناہ کی آمدنی نہ ہو، ۲- ذلت کی آمدنی نہ ہو، ۳- سامان بنانے میں خیانت نہ کی گئی ہو، ۴- مال اسبابِ معاصی سے نہ کمایا ہو، ۵- معاملہ ایسا نہ ہو جو ظلم پر مبنی ہو۵۹؎ اس حلال رزق کے کھانے میں بھی ان کا رجحان یہ تھا کہ آدمی ڈرتے ہوئے کھائے۔ ایک دفعہ ان کے سامنے اہل حقائق کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ ''ان کا کھانا مریضوں کا سا اور نیند ڈوبتے ہوئے آدمی کی نیند جیسی ہوتی ہے۔۶۰؎

معاشرتی زندگی

سری سقطی ابتداء میں ایک تاجر تھے، پھر تجارت چھوڑ کر یک سوئی سے عبادت کرنے لگے اور خلوت اختیار کرلی۔ لیکن ان کی یہ خلوت عام صوفیہ کی خلوت نہیں تھی، بلکہ یہ ایک طرح سے غیر ضروری لوگوں کی صحبت سے اجتناب اور تضییع اوقات سے پرہیز کی کوشش تھی۔ اس طرح گویا انھوں نے اپنا دائرہ احباب محدود کرلیا تھا اور بلاوجہ ملنے ملانے سے اجتناب کرنے لگے تھے، ورنہ ان کے احباب تو ان کے پاس آتے ہی رہتے تھے اور بہ وقت ضرورت وہ خود بھی دوسروں کے یہاں جاتے تھے۔ کوئی بیمار ہوجاتا تو اس کی عیادت کرتے، کوئی فوت ہوجاتا تو اس کے جنازہ میں شرکت کرتے، جمعہ کی نماز کے لیے بہت جلد مسجد پہنچنے کا اہتمام کرتے اور پنج وقتہ نمازوں کے لیے مسجد جاتے تھے۔

عبداللہ بن الجلاء نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ ایک دفعہ سری سقطی کے

یہاں ٹھہرے۔ دیکھا کہ وہ رات کو کپڑے پہن کر کہیں باہر جا رہے ہیں۔ واپس آئے تو دریافت کیا: آپ کہاں گئے تھے؟ فرمایا: ایک دوست بیمار ہے، اس کی عیادت کے لیے گیا تھا۔[۶۱] ایک دفعہ ان کے پڑوس میں کسی کا انتقال ہوگیا، وہ اس کے جنازے کے ساتھ گئے، اتفاق سے جمعہ کا دن تھا، اس میں ان کو تاخیر بھی ہوگئی۔[۶۲]

سری سقطی کی معاشرت ایسی تھی کہ اس میں غیر ضروری ملاقاتوں کے لیے وقت نہیں تھا، ان کی شہرت کے سبب لوگ ان سے ملنے کی کوشش کرتے تھے، لیکن وہ اس سے اعراض کرتے، جب مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تو لوگ ان کے پاس اکٹھے ہو جاتے تھے، اس لیے وہ گھر سے نکلتے ہوئے یہ دعا مانگتے کہ اے اللہ ان لوگوں کو ایسی عبادت میں مشغول کر دے کہ یہ میرے پاس نہ آئیں۔[۶۳] کوئی گھر ملنے آتا تو اس سے بھی یہی کہتے کہ کیا تمہارے پاس اس وقت اور کوئی کام نہیں ہے کہ میرے پاس چلے آئے۔[۶۴]

جہاں تک اہل سلوک و معرفت کا تعلق ہے تو سری کو ان سے بڑا انس تھا، وہ ان سے ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میرا گھر میں بیٹھنا آپ کے یہاں آنے سے بہتر ہے تو میں گھر سے نہ نکلتا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میرا گھر بیٹھنا آپ کے ساتھ بیٹھنے سے افضل ہے تو گھر میں ہی بیٹھا رہتا۔[۶۵]

ان کی نظر میں فساد کی اصل جڑ دو طرح کی صحبتیں تھیں۔ ایک برے لوگوں کی صحبت، دوسری اچھے لوگوں کی ایسی صحبت جس میں احکام الٰہی ضائع ہو جائیں۔ انھوں نے آخر عمر میں شیخ جنید کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ''شریر لوگوں کی صحبت سے بچتے رہو اور ساتھ ہی اس کا بھی دھیان رہے کہ اچھے لوگوں کی صحبت تم کو اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کر دے (یعنی فرائض ضائع نہ ہو جائیں)۔[۶۶]

جب انسان معاشرے میں رہتا ہے تو اس کو لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں اور تکلیفوں سے بھی سابقہ پیش آتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص لوگوں کی اذیتوں پر صبر کرے وہ اس سے بہتر ہے جو جنگل میں جا بسے۔ سری سقطی کو معاشرتی زندگی میں صبر کی اس معنویت کا ادراک تھا، فرماتے تھے کہ صبر کا مطلب یہ ہے کہ آدمی زمین کی

طرح ہو جائے کہ اس پر انسان و پہاڑ اور بے شمار چیزیں ہیں، لیکن زمین ان کو مصیبت نہیں سمجھتی، بلکہ نعمت اور اپنے مالک کا عطیہ سمجھتی ہے۔ ۶۷؎ ان کو لوگوں کے دکھوں اور تکالیف کا بھی بڑا احساس رہتا تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ ساری مخلوقات کا غم میرے اوپر ڈال دیا جائے''۔ ۶۸؎

لوگوں کی اصلاح اور آخرت کی فوز و فلاح کے لیے بھی وہ فکر مند اور کوشاں رہتے تھے، فرماتے تھے کہ ''اگر یہ لوگ اپنے جسموں سے بھی ویسی ہی محبت کریں جیسی اپنی اولاد سے کرتے ہیں تو قیامت کے روز ان کو خوشی اور نجات مل جائے گی''۔ ۶۹؎

اخلاص

سری سقطی عبادات میں اخلاص پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ جو عبادت اخلاص سے خالی ہو وہ ان کی نظر میں ریا کاری تھی اور ان کی نظر میں ریا کاری سب سے بڑا جرم تھا۔ ان کے سامنے ایک دفعہ عام لوگوں کا ذکر ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ ان کے لیے کوئی کام نہ کرو اور نہ ان کے لیے کسی کام سے باز رہو اور نہ ان کو اپنی کسی کیفیت سے آگاہ کرو۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اعمال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دیے جائیں، کسی انسان کے لیے نہیں۔ ۷۰؎

وہ اخلاصِ عمل اور للّٰہیت پر بہت زور دیتے تھے۔ اگر ان کو یہ احساس ہوتا کہ ان کا کوئی عمل ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے علاوہ کوئی اور جذبہ شامل ہے تو گویا اس میں ریا ہے۔ یہ احساس ہوتے ہی وہ اس کو ترک کر دیتے۔ ایک واقعہ ان کے اس احساس کا بہترین نمونہ ہے۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں تیس سال اس مرض (ریا کاری) میں مبتلا رہا اور مجھے اس کا احساس نہ ہوا۔ واقعہ یوں ہے کہ میں اور میرے کچھ احباب جمعہ کی نماز کے لیے جلدی جایا کرتے تھے اور مسجد میں مخصوص جگہوں پر بیٹھا کرتے تھے، ایک دفعہ میرے پڑوس میں ایک صاحب کا انتقال ہو گیا، میں جنازے میں گیا، واپسی میں تاخیر ہو گئی جس کی بنا پر جمعہ کی نماز کے لیے میں دیر سے نکلا، جب مسجد کے قریب پہنچا تو مجھے احساس ہوا کہ آج میرے احباب یہ سوچیں گے کہ میں نے جمعہ

کے لیے نکلنے میں دیر کر دی، یہ احساس میرے اوپر بہت گراں گذرا اور میں نے اپنے دل میں سوچا کہ تو تیس سال سے ریا کاری کر رہا ہے اور اس کا تجھے احساس بھی نہیں ہوا۔ اس کے بعد میں جمعہ الگ الگ جگہوں پر پڑھنے لگا، تاکہ میرے لیے کوئی جگہ متعین نہ رہے۔ اےانھیں احساس تھا کہ اخلاص کا معاملہ آسان نہیں ہے، بلکہ یہ ایک مشکل راستہ ہے۔ اپنے ایک استاد عبداللہ بن مطرف کا قول نقل کرتے تھے کہ اخلاصِ عمل خود عمل سے بھی زیادہ مشکل ہے۔۲ے

ان کے ایک شاگرد اسماعیل بن عبداللہ الشامی روایت کرتے ہیں کہ سری نے فرمایا: ''بہادر اور جواں مرد وہ ہے جس کے اندر یہ پانچ خوبیاں پائی جائیں: ۱- اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں ایسی استقامت جس میں بچ نکلنے کا جذبہ نہ ہو، ۲- ایسا اجتہاد جس میں بھول چوک نہ ہو، ۳- ایسی شب بیداری جس میں غفلت نہ ہو، ۴- ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق جس میں ریا نہ ہو، ۵- خوف کے ساتھ موت کو یاد کرنا۔۳ے

ترجیحاتِ دین

بعض صوفیہ نے اپنے ذوق و مزاج اور ذاتی تجربات کے نتیجہ میں دین کی ترجیحات میں ردّو بدل کیا ہے، خود سری سقطی کے عہد میں بعض ایسے صوفیہ موجود تھے، لیکن سری اس کے سخت خلاف تھے۔ وہ کہتے تھے کہ فرض ہر حال میں فرض ہے اور نفل ہر حال میں نفل۔ فرائض و نوافل میں یہی ترتیب قائم رکھنی ضروری ہے۔ عبادات میں بھی اور معاشرتی امور میں بھی۔ ایک مرتبہ فرمایا: ''جو شخص دو باتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا تم بھی اس سے دور ہو جاؤ: ۱- فرض کو چھوڑ کر نفل کا اہتمام کرنے لگا، ۲- ظاہری اعضاء سے عبادت کی، لیکن دل صدق سے خالی رہا۔۴ے ایک مرتبہ فرمایا: ''تین چیزیں ابرار کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تک پہنچاتی ہیں: ۱- کثرتِ استغفار، ۲- تواضع، ۳- کثرت سے صدقات کرنا۔ تین چیزیں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہیں: ۱- لہو و لعب، ۲- ہنسی اور ٹھٹول، ۳- غیبت۔ اور ان سب سے اہم اور اعمال کا اعلیٰ مرتبہ (ذروة سنام العمل) اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن ہے۔۵ے

ان کا زور اس پر تھا کہ سالک کو چاہیے کہ ہر حال میں دین کو اولیت دے، اپنی خواہش یا ذاتی رجحان کو دین کے تابع رکھے، اگر وہ دین کو اولیت دے گا تبھی اسے کامیابی ملے گی، ورنہ ہلاک ہوجائے گا۔ فرماتے تھے: ''جو شخص دین کو اپنی خواہش پر مقدم رکھے وہ قابلِ تعریف ہے اور جو خواہش کو دین پر مقدم کردے وہ ہلاکت میں پڑ گیا۔ ۷۶ ''سالک کو دین میں شبہات سے بھی اجتناب کرنا چاہیے اس کے ذریعہ اس کو شہوات اور طبعی میلانات پر قابو حاصل ہوجائے گا''۔ ۷۷ ان سے عقل کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے بتایا: ''عقل وہ ہے جس کے ذریعہ فرائض اور محرمات کا علم ہو''، یہ بھی فرمایا کہ ''اتباعِ سنت میں کم عمل اس سے بہتر ہے جو اس میں زیادہ ہو، لیکن اس کے ساتھ بدعت کے کام ملے ہوئے ہوں''۔ ۷۸

عبادات کی ایک اہم شکل اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری ہے۔ سری سقطی شکر ادا کرنے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ''شکر کی تین شکلیں ہیں۔ ایک زبان سے شکر ادا کرنا، دوسری بدن (اعضاء) سے شکر ادا کرنا، تیسری دل سے شکر ادا کرنا۔ تیسری قسم کی عملی شکل یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ دوسری قسم کی عملی شکل یہ ہے کہ اعضاء و جوارح کو سوائے اطاعت الٰہی کے اور کسی کام میں استعمال نہ کرے اور پہلی قسم کی عملی شکل یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا رہے''۔ ۷۹

صوفیہ کے مہمات مسائل میں سے ایک 'معرفت' ہے، بعض صوفیہ نے معرفت کو اس انداز میں پیش کیا ہے جیسے وہ انسان کو حاصل ہونے والی کوئی غیر معمولی اور فوق العادی چیز ہو، لیکن سری سقطی کے یہاں معرفت کا مطلب کوئی غیر عادی صلاحیت نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا اور جہاں تک ہوسکے احکامِ الٰہی کو نفس و خواہشات پر ترجیح دینا۔ ۸۰

متصوفانہ رجحانات

سری سقطی کے صوفیانہ رجحانات (جیسا کہ اوپر ذکر ہوا) دراصل ایک خاص واقعہ سے وابستہ ہیں۔ اس واقعہ کے ردعمل میں ان کے اندر زہد و ریاضت کا رجحان پیدا

ہوا جو بتدریج بڑھتا چلا گیا، ورنہ وہ پیشہ سے تاجر اور تعلیم سے حدیث کے عالم تھے۔ان کی روایت کردہ متعدد احادیث بعض کتب حدیث جیسے بیہقی کی الزہد الکبیر میں مروی ہیں، جیسا کہ تاریخ الاسلام (ذھبی) کے محقق عمر عبدالسلام تدمری نے لکھا ہے۔ ۸۱

سری سقطی کثرت عبادت کے ساتھ اپنے اوراد و معمولات کے بڑے پابند تھے، فرماتے تھے کہ اگر میرا کوئی ورد یا وظیفہ چھوٹ جاتا ہے تو پھر میں اس کی کبھی قضا نہیں کرسکتا۔ ۸۲ ذکر کے بارے میں فرماتے تھے کہ ''جو شخص مناجات میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذکر کی حلاوت سے نواز دیتا ہے اور وہ شیطانی وساوس سے تلخی محسوس کرنے لگتا ہے۔ ۸۳

ان کا ایک واقعہ اکثر کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے رات میں نماز پڑھی، پھر محراب کے اندر پیر پھلا دیے، اچانک آواز آئی کہ اس طرح تو بادشاہ بیٹھتے ہیں، فوراً انھوں نے پیر سمیٹ لیے۔ ۸۴ ایک دفعہ شیخ جنید بغدادی سات درہم لے کر سری کے پاس آئے اور ان کو پیش کردیے، سری نے فرمایا: مبارک ہو، تم اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہو۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ میرے پاس سات درہم اپنے کسی مقبول بندے کے ہاتھوں بھیج دے۔ ۸۵

ان کے تقشّف کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے روٹی مسل کر ہتھیلی پر رکھ لیتے، ایک چڑیا آتی اور ان کی ہتھیلی سے دانہ چگ لیتی، ایک دن وہ دیوار پر آ کر بیٹھی، لیکن ہتھیلی پر نہیں آئی، انھوں نے دل میں سوچا کہ یہ چڑیا مجھ سے کیوں وحشت زدہ ہے؟ خیال آیا کہ میں نے آج عمدہ قسم کا نمک استعمال کیا ہے (یعنی خواہشِ نفس کی پیروی کی ہے) غالباً اس لیے چڑیا کو مجھ سے وحشت ہورہی ہے، چنانچہ انھوں نے دل میں عہد کیا کہ آئندہ کبھی نمک کا استعمال نہیں کروں گا، اس کے بعد وہ چڑیا آئی اور دانہ چگ کر چلی گئی۔ ۸۶

سری سقطی کے صوفیانہ رجحان، کشف و کرامات، داخلی یا خارجی کیفیات وغیرہ کے بہت سے واقعات مروی ہیں، جن کی عقلی تاویل بھی ممکن ہے۔

نصائح:

سری سقطی نے اپنے تلامذہ اور مریدین کو کچھ پند ونصائح کیے ہیں، چند کا ذکر اوپر آ چکا ہے، بعض نصائح درج ذیل ہیں:

۱- دنیا میں اصل تو بس پانچ چیزیں ہی ہیں: ۱- روٹی جو پیٹ بھرتی ہے، ۲- پانی جو پیاس بجھاتا ہے، ۳- کپڑا جو تن ڈھکتا ہے، ۴- گھر جس میں آدمی بود وباش اختیار کرتا ہے، ۵- علم جس پر انسان عمل کرتا ہے۔[۸۷]

۲- جو شخص 'تسویف' (یعنی یہ کام بعد میں کروں گا) کے عمل میں مبتلا ہے وہ اپنے دن ضائع کرتا ہے اور دھوکہ میں مبتلا ہے۔[۸۸]

۳- دنیا کی طرف اس طرح نہ جھکو کہ اللہ تعالیٰ کی رسّی چھوٹ جائے اور زمین پر اکڑ کر مت چلو، کیونکہ عنقریب یہی زمین تمہاری قبر بنے گی۔[۸۹]

۴- بھائی کے ساتھ تو رہو، لیکن اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرو، برے دوستوں سے بچو اور جس طرح اپنے دشمنوں سے بچتے ہو اسی طرح دوستوں سے بھی بچو۔[۹۰]

۵- جو نعمت کی قدر نہیں کرتا، اس سے نعمت اس طرح چھن جاتی ہے کہ اس کو احساس بھی نہیں ہوتا۔[۹۱]

۶- سب سے بڑی شہ زوری خود پر غلبہ حاصل کر لینا ہے۔[۹۲]

۷- سب سے بہتر پانچ چیزیں ہیں۔ ۱- گناہوں پر رونا، ۲- عیوب کی اصلاح کرنا، ۳- اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، ۴- دل کے زنگ کو دور کرنا، ۵- ہر خواہش کو پوری نہ کرنا۔[۹۳]

۸- جس شخص میں یہ باتیں ہوں اس کا ایمان مکمل ہے: ۱- جب اس کو غصہ آئے تو اس کا غصہ اس کو حق بات کہنے سے نہ روکے، ۲- جب وہ راضی ہو تو اس کی رضا مندی اس کو باطل پر آمادہ نہ کر دے، ۳- اور جب اس کو قدرت حاصل ہو جائے تو ناجائز چیز نہ لے۔[۹۴]

۹- چار چیزیں ابدالوں کے اخلاق سے ہیں: ۱- حتی الوسع تقویٰ اختیار کرنا، ۲- ارادوں کو درست کرنا، ۳- لوگوں کے لیے دل کھلے رکھنا، ۴- اور ان کی خیر خواہی کرنا۔[۹۵]

۱۰- چار چیزیں بندے کے درجات کو بلند کرتی ہیں: علم، ادب، امانت اور پاک بازی۔[۹۶]

۱۱- امور تین طرح کے ہیں: کچھ کے بارے میں معلوم ہے کہ صحیح ہیں، ان کو انجام دو، کچھ کے بارے میں معلوم ہے کہ غلط ہیں، ان سے اجتناب کرو، اور کچھ کے بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہے تو ان کے پاس رکے رہو اور انھیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو، وہ ان کے بارے میں فیصلہ فرما دے گا اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو، وہ تم کو دوسروں سے بے نیاز کر دے گا۔[۹۷]

خاتمہ

سری سقطی ابتدائی عہد کے صوفیہ میں ایک قد آور شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے یہاں تصوف نہ کوئی رسم ہے اور نہ کوئی منفرد منہاج۔ وہ فنا و بقا سے بحث کرتے ہیں نہ قبض و بسط سے، حال و قال اور صحو و سکر کی اصطلاحات بھی ان کے یہاں نہیں ملتیں۔ ان کے نزدیک تصوف شریعت کی طے کردہ ترجیحات کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کا نام ہے، عقل کا مقصد دین کا فہم، عمل کا مقصد شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی بسر کرنا اور توکل کا مطلب صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے۔ انھوں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ ذوق و رجحان کی بنا پر دین کی متعین کردہ ترجیحات میں کوئی تبدیلی کی جائے۔ اس طرح سری سقطی کی زندگی تصوف کے ابتدائی نقوش اور اس کی عہد بہ عہد ترقی کا جائزہ لینے کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

حواشی و مراجع

[۱] آدم متز: الحضارۃ الاسلامیۃ، عربی ترجمہ: عبدالہادی ابوریدہ، دارالکتاب العربی، بیروت، غیر مؤرخہ، ۱/ ۲۸

[۲] فرید الدین عطار: تذکرۃ الاولیاء، مع مقدمہ از امجد خاں قزوینی، چاپخانہ مظاہری، ایران، ۱۳۳۶ (ش)، ۱/ ۲۴۶

[۳] ذہبی: تاریخ الاسلام، تحقیق الدکتور عمر عبدالسلام تدمری، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۱۸/ ۱۵۱

۴ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد، مطبعۃ السعادۃ مصر، ۱۹۳۱ء، ۹/۱۸۸، تاریخ الاسلام (ذہبی)، ۱۸/۱۵۱، امام قشیری، الرسالہ القشیریہ، اردو ترجمہ: پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص۱۳۰، طبع دوم

۵ تاریخ الاسلام، ۱۸/۱۵۱، تاریخ بغداد، ۹/۱۸۸

۶ ابونعیم اصفہانی: حلیۃ الاولیاء، دارالکتاب العربی، بیروت لبنان، غیر مؤرخہ، ۱۰/۱۲۳

۷ الرسالۃ القشیریۃ، ص۱۲۹

۸ علی ہجویری: کشف المحجوب، تصحیح والنتین روکوفسکی، مؤسسۃ المطبوعات امیر کبیر، ص

۹ الرسالۃ القشیریۃ، ص۶۴۵

۱۰ ایضاً، ص۶۴۶

۱۱ ابن الملقن: طبقات الاولیاء، تحقیق نورالدین شریبہ، دارالمعرفۃ، طبع دوم، ۱۹۸۶ء، ص۱۶۱

۱۲ حلیۃ الاولیاء، ص۱۱۷

۱۳ طبقات الاولیاء، ص۱۶۳

۱۴ ہزار حکایات صوفیاں، ورق۳۴، ب

۱۵ طبقات الاولیاء، ص۱۶۰

۱۶ تاریخ الاسلام، ۱۸/۱۵۲

۱۷ الرسالۃ القشیریۃ، ص۱۳۱

۱۸ السلمی: طبقات الصوفیۃ، تحقیق نورالدین شریبہ، دارالکتاب العربی، مصر، ۱۹۵۳ء، ص۴۸

۱۹ تاریخ الاسلام، ۱۸/۱۵۲

۲۰ طبقات الاولیاء، ص۱۶۲

۲۱ ایضاً، ص۱۶۵، تاریخ بغداد، ۱/۸۹، حلیۃ الاولیاء، ۱۰/۱۲۳

۲۲ حلیۃ الاولیاء، ۱۰/۱۲۲

۲۳ الرسالۃ القشیریۃ، ص۱۳۱

۲۴ ایضاً، ص۱۳۰

۲۵ ایضاً، ص۶۴۶

۲۶ ابونصر سراج: اللمع فی التصوف، ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۵۸ء، ص۳۴۸

۲۷ حلیۃ الاولیاء، ص۱۲۶

۲۸ ایضاً، ص۱۲۶

۲۹ طبقات الصوفیۃ، ص۴۸

۳۰ تاریخ الاسلام، ۱۸/۱۵۰، الرسالۃ القشیریۃ، ص۱۲۹

۳۱ طبقات الصوفیۃ، ص۵۵

۳۲ ایضاً، ص۴۸-۵۵

۳۳ حلیۃ الاولیاء، ۱۰/۱۲۷

۳۴ ایضاً، ۱۰/۱۱۶-۱۲۷

۳۵ تاریخ الاسلام، ۱۸/۱۵۰-۱۵۲

۳۶ طبقات الصوفیۃ، ص۱۶۵، شذرات الذہب، ۲/۲۷۹

۳۷ طبقات الصوفیۃ، ص۱۹۵، ۲۲۸، ۲۴۹، ۲۹۵، ۳۲۲

۳۸ تذکرۃ الاولیاء (عطار)، ۲/۶-۷

۳۹ ابوطالب مکی: قوت القلوب، مطبع مصطفیٰ البابی مصر، ۱۹۶۱ء، ۲/۳۲۲

۴۰ الرسالۃ القشیریۃ، ص ۳۶۶ ۴۱ حلیۃ الاولیاء، ۱۰/ ۱۲۵
۴۲ طبقات الصوفیۃ، ص ۴۹ ۴۳ الرسالۃ القشیریۃ، ص ۱۳۰
۴۴ حلیۃ الاولیاء، ۱۰/ ۱۱۶ ۴۵ ایضاً، ۱۰/ ۱۱۷
۴۶ ایضاً، ۱۰/ ۱۱۸ ۴۷ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۶، تاریخ الاسلام، ۱۸/ ۱۵۱
۴۸ ایضاً ۴۹ ایضاً ۵۰ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۱
۵۱ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۳ ۵۲ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۱ ۵۳ تاریخ الاسلام، ۱۸/ ۱۵۱
۵۴ حلیۃ الاولیاء، ۱۰/ ۱۱۶ ۵۵ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۴
۵۶ الرسالۃ القشیریۃ، ص ۶۴۶ ۵۷ حلیۃ الاولیاء، ۱۰/ ۱۲۶
۵۸ ایضاً، ۱۰/ ۱۱۷ ۵۹ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۴ ۶۰ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۵
۶۱ الرسالۃ القشیریۃ، ص ۶۵۲ ۶۲ حلیۃ الاولیاء، ۱۰/ ۱۲۵
۶۳ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۴ ۶۴ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۶ ۶۵ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۳
۶۶ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۵ ۶۷ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۰ ۶۸ ایضاً، ۱۰/ ۱۱۸
۶۹ ایضاً ۷۰ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۶ ۷۱ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۵
۷۲ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۱ ۷۳ ایضاً، ۱۰/ ۱۱۷ ۷۴ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۰
۷۵ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۳ ۷۶ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۵ ۷۷ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۶
۷۸ طبقات الصوفیۃ، ص ۵۱-۵۲ ۷۹ طبقات الاولیاء، ص ۱۶۰-۱۶۱
۸۰ حلیۃ الاولیاء، ۱۰/ ۱۲۴ ۸۱ تاریخ الاسلام، ۱۸/ ۱۵۰ (حاشیہ)
۸۲ حلیۃ الاولیاء، ۱۰/ ۱۲۴ ۸۳ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۲
۸۴ تاریخ الاسلام، ۱۸/ ۱۵۰-۱۵۱ ۸۵ حلیۃ الاولیاء، ص ۱۰/ ۲۷۱
۸۶ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۳ ۸۷ طبقات الصوفیۃ، ص ۵۰
۸۸ حلیۃ الاولیاء، ۱۰/ ۱۱۸ ۸۹ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۱
۹۰ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۲ ۹۱ ایضاً، ۱۰/ ۱۲۴
۹۲ ایضاً ۹۳ ایضاً
۹۴ طبقات الاولیاء، ص ۱۶۰ ۹۵ طبقات الصوفیۃ، ص ۵۱
۹۶ ایضاً، ص ۵۱ ۹۷ ایضاً، ص ۵۲

☆☆☆